Al-Mīthāq *(Research Journal of Islamic Theology)*
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 03, **Issue** 03, October-December 2024, **PP**: 261-273
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

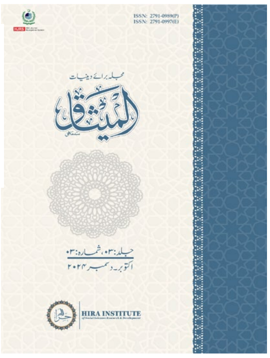

تفسیر البکری کا منہج واسلوب اور خصائص کا تحقیقی مطالعہ

A Research Study of the Methodology, Style, and Distinctive Features of Tafsīr al-Bakarī

1. Dr. Muhammad Israr Khan israrhasher295@gmail.com	*Lecturer, Department of Islamic and Arabic Studies, University of Swabi.*
2. Muhammad Qasim muhammadqasimyousafzai12@gmail.com	*Lecturer, Department of Islamic and Arabic Studies, University of Swabi.*

How to Cite:	Dr. Muhammad Israr Khan and Muhammad Qasim. 2024: "A Research Study of the Methodology, Style, and Distinctive Features of Tafsīr al-Bakarī". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 3 (03): 261-273.		
Article History:	**Received**: 05-12-2024	**Accepted**: 21-12-2024	**Published**: 31-12-2024
Copyright:	**©The Authors**		
Licensing:	This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.		
Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

DRJI, Advanced Sciences Index, CiteFactor, Asian Research Index, SCI, Google Scholar, اردو جرائد اشاریہ, تحقیقات تحقیقاتی اشاریہ, ADL Asian Digital Library, EuroPub

Publisher

HIRA INSTITUTE *of Social Sciences Research & Development*

تفسیر البکری کا منہج واسلوب اور خصائص کا تحقیقی مطالعہ

A Research Study of the Methodology, Style, and Distinctive Features of Tafsīr al-Bakarī

1. **Dr. Muhammad Israr Khan**
Lecturer, Department of Islamic and Arabic Studies, University of Swabi.
israrhasher295@gmail.com

2. **Muhammad Qasim**
Lecturer, Department of Islamic and Arabic Studies, University of Swabi.
muhammadqasimyousafzai12@gmail.com

Abstract

This research study investigates the methodology, stylistic elements, and distinctive features of Tafsīr al-Bakarī, a significant contribution to classical Qur'ānic exegesis. The study explores the interpretive framework adopted by Imām Muḥammad bin Muḥammad al-Bakarī, a 10th century prominent interpreter, examining his approaches to linguistic analysis, theological interpretations, and jurisprudential discussions. It further evaluates how he balances traditional sources with rational inquiry to address complex Qur'ānic themes. The research highlights the stylistic clarity and coherence of his work, emphasizing its scholarly depth and literary appeal. By providing a comprehensive examination of Tafsīr al-Bakarī, this study seeks to position it within the broader context of classical Islamic scholarship and underscore its relevance for contemporary exegetical studies.

Keywords: *Tafsīr al-Bakarī, Qur'ānic Exegesis, Style, Methodolgy, Interpretation.*

تعارف

آپ کا نام محمد بن محمد بن عبد الرحمٰن البکری الصدیقی المصری، لقب شیخ الاسلام اور کنیت ابو الحسن ہے۔ سلسلۂ نسب سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے، اس لئے البکری الصدیقی کہا جاتا ہے۔ مسلکاً شافعی ہیں۔[1] فقیہ، مفسر، محدث اور صوفی تھے۔ 898ھ کو پیدا اور 952ھ کو قاہرہ میں فوت ہوئے، امام شافعی رحمہ اللہ کے پڑوس میں مدفون ہے۔[2]

اساتذہ اور شیوخ

اساتذہ میں دو نام قابلِ ذکر ہیں: ایک شیخ الاسلام زکریا السنیکی الانصاری[3] اور دوسرا شیخ الاسلام برہان الدین بن ابی شریف رحمہم اللہ۔[4] دونوں حضرات جامعہ ازہر میں تفسیر اور تصوف کا درس دیتے جس سے استفادہ کے لئے دور دراز سے طلباء آتے تھے۔[5]

تصنیفات

آپ کی کئی تصنیفات ہیں، چند کے نام یہ ہیں:

1. تسهيل السبيل في فهم معاني التنزيل: یہ بھی آپؒ کی تفسیر ہے جسے آپ نے مذکورہ تفسیر سے پہلے تصنیف کیا تھا، آپ تفسیر البکری میں "الأصل" سے اس تفسیر کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔
2. تفسیر البکری، آپ کی یہ تفسیر اسی نام سے مشہور ہے، اس کا دوسرا نام نظر سے کہیں نہیں گذرا۔[6]

3. شرح منهاج النووی۔
4. تحفة واهب المواهب فی بیان المقامات و المراتب
5. الدرة المكللة فی فتح مكة المبجلة (نظم)
6. بشری العباد بفضل الرباط و الجهاد

تفسیر البکری کی خصوصیات

تفسیر البکری کی بعض اہم خصوصیات حسب ذیل ہیں:

- آسان، مفید اور متوسط تفسیر ہے، زیادہ طویل ہے نہ زیادہ مختصر۔ انداز عام فہم ہے، چنانچہ معمولی عربی سوجھ بوجھ والا شخص بھی اس سے استفادہ کر سکتا ہے۔
- تفسیر بالماثور کا ایک ذخیرہ اس میں موجود ہے۔ اس میں مفسرین سلف صالحین رحمہم اللہ کے تفسیری اقوال سے استفادہ کیا گیا ہے۔
- اس میں قراءاتِ عشرہ ذکر کئے ہیں۔
- علومِ عربیہ (نحوی اور صرفی مباحث) سے حتی الوسع احتراز فرماتے ہیں۔
- اختلافی مسائل میں عموماً اپنے مسلک کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں، البتہ بعض مقامات پر دیگر ائمہ کی آراء بھی ذکر کرتے ہیں۔
- اسبابِ نزول اور ناسخ و منسوخ کو اختصار کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔
- آپؒ نے اس میں سابقہ تفاسیر کا خلاصہ اختصار و ایجاز کے ساتھ پیش کیا ہے۔

تفسیر البکری کے مصادر

آئندہ سطور میں چند مشہور مصادر ذکر کئے جاتے ہیں، جن سے اس بات کا اندازہ ہو گا کہ آپ سلفِ صالحین کے اقوال اور ان کی کتابوں پر اعتماد فرماتے تھے۔ تفسیر البکری کے مصادر میں صحاحِ ستہ کے علاوہ المصنف لابن ابی شیبۃ، مسند احمد بن حنبل، مسند البزار، صحیح ابن حبان، المستدرک علی الصحیحین للحاکم، السنن الکبری للبیہقی قابل ذکر ہیں۔ آیات کی تفسیر کے تحت آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعینِ کرام رحمہم اللہ کے تفسیری اقوال بکثرت ذکر کرتے ہیں جس کی وجہ سے آپ کی تفسیر تفسیر بالماثور کا ایک حسین مجموعہ معلوم ہوتی ہے۔ ان میں سیدنا ابو ہریرہ، سیدنا ابن عباس، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین میں حسن بصری، عکرمہ، سعید بن جبیر، مجاہد، سعید بن المسیب رحمہم اللہ قابل ذکر ہیں۔

تفسیر بالماثور کے سلسلے میں صاحبِ تفسیر کا منہج واسلوب

شیخ الاسلام البکری رحمہ اللہ تفسیر القرآن بالقرآن کی اہمیت کے پیش نظر اس کے بیان کرنے کا اہتمام کرتے ہیں، البتہ آپ اس میں زیادہ توسع سے کام نہیں لیتے۔ چند مقامات پر آپ نے تفسیر القرآن بالقرآن ذکر فرمائی ہے۔ مثال کے طور پر سورۃ البقرہ کی آیت: "فَتَلَقَّىٰ آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمٰتٍ "[7] کی تفسیر کرتے ہوئے "كَلِمَاتٍ" کے بارے میں آپ نے مختلف اقوال نقل کئے ہیں اور آخری قول اس کی تفسیر میں سورۃ الاعراف کی آیت "قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا الخ"[8] ذکر کیا ہے جس سے اس طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ کلمات سے مراد وہ دعا ہے جو سورۃ الاعراف کی مندرجہ بالا آیت میں مذکور ہیں۔[9]

اسی طرح سورۃ المائدہ کی آیت:يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ[10] کی تفسیر کے تحت فرماتے ہیں:"إِلَّامَايُتْلَى عَلَيْكُمْ" سے مراد وہ محرمات ہیں جن کا ذکر بعد والی آیت:"حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ الخ "[11] میں مذکور ہے۔

تفسیر القرآن بالحدیث میں صاحبِ تفسیر کا منہج

رسول اللہ ﷺ کی احادیثِ مبارکہ مصادرِ تفسیر میں دوسرا اہم مصدر ہے، جس کی حجیت پر قرآن وسنت کے نصوص، سلفِ صالحین کے اقوال اور اجماعِ امت دلیل ہیں۔ تفسیر میں سنت کی اہمیت کے پیش نظر شیخ الاسلام البکری رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں کئی آیات کی تفسیر کے تحت رسول اللہ ﷺ کے تفسیری اقوال نقل فرمائے ہیں۔ مثلاً آیت "وَقَالُوااتَّخَذَاللَّهُ وَلَدًاسُبْحَانَهُ"[12] کی تفسیر کرتے ہوئے "سُبْحَانَهُ" کی تفسیر بحوالہ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے نقل فرماتے ہیں:

سالت رسول الله عن تفسيرسبحان الله فقال:هو تنزيه الله عن كل سواه[13]-[14]

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سبحان اللہ کی تفسیر کے متعلق سوال کیا تو فرمایا:اس سے کل ماسواسے اللہ کی تنزیہ مراد ہے۔

اسی طرح آیت" وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ"[15] کی تفسیر کے تحت "قُوَّة" کی تفسیر کے لئے رسول اللہ ﷺ کا قول پیش کرتے ہیں کہ سب سے بڑی قوت تیر اندازی ہے فرمانِ رسول"الاان القوة الرمی" [16] کی وجہ سے۔[17] تفسیر البکری میں احادیث کی کل تعداد 67 ہے، جن میں زیادہ روایات صحاحِ ستہ کی ہیں اور کل روایات کا تقریباً آدھا حصہ بخاری کا ہے۔ اس کے باوجود بعض ضعیف روایات بھی ہیں خاص کر اسرائیلیات کے مباحث میں آپ نے بعض ضعیف روایات کو ترجیح دی ہے۔

آیات کی تفسیر صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کے اقوال کی روشنی میں

رسول اللہ ﷺ کے بعد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم علم تفسیر کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے سامنے قرآن کی تشریح وتوضیح فرمائی تھی اور یہ حضرات قرآن مجید کے مخاطبینِ اوّلین، اہلِ لسان اور فصاحت و بلاغت کے شہسوار تھے، جس کی وجہ سے قرآن کے معانی کا فہم دوسروں کے مقابلہ ان میں بدرجۂ اتم پایا جاتا تھا۔ شیخ الاسلام رحمہ اللہ آیات کی تفسیر کرتے ہوئے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور تابعین رحمہم اللہ میں سے سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ کی تفسیری اقوال بکثرت نقل فرماتے ہیں اور یہ بات آپ کی تفسیر کے مطالعہ کرنے سے واضح ہوتی ہے۔ آیات کی تفسیر کے تحت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ کے تفسیری اقوال کے چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں:

- آیت" وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ"[18] کی تفسیر کے تحت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل فرماتے ہیں کہ اگر اللہ نے اس قرآن کو امیین کی زبان کے لیے آسان نہ کیا ہو تا تو مخلوق میں سے کوئی کلام اللہ کا تکلم نہ کر سکتا۔[19]
- " مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ "[20] کی تفسیر کے سلسلے میں سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ:

قال الحسن: وجوه الناس يوم القيامة إلى السماءلاينظرأحد إلى أحد[21] -[22]

حسن بصری کہتے ہیں کہ لوگوں کے چہرے قیامت کے دن آسمان کی جانب ہوں گے وہ ایک دوسرے کی طرف نہیں دیکھ رہے ہوں گے۔

موضوع روایات اور اسرائیلیات کے بیان میں صاحبِ تفسیر کا منہج

اسرائیلیات کی تین قسمیں ہیں:

- وہ روایات جن کی قرآن مجید اور احادیث مبارکہ تصدیق کرتی ہیں یعنی وہ اسرائیلی روایات جن کی سچائی قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔اس قسم کی اسرائیلیات کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

عن عبد الله بن عمرو أن النبي ﷺ، قال:بلغوا عني ولو آية،وحدثوا عن بني إسرائيل ولا حرج ،ومن كذب علي متعمدا،فليتبوأ مقعده من النار۔[23]

میری طرف سے پہنچاؤ اگرچہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو اور بنی اسرائیل سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں اور جس نے قصداً مجھ پر جھوٹ باندھا اس نے جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنایا۔

- اسرائیلیات کی دوسری قسم وہ ہے جو صراحتاً جھوٹی اور عقائد اسلامی کے خلاف ہے۔مثلاً ایک اسرائیلی روایت میں ہے:سیدنا داؤد علیہ السلام نے اپنے سپہ سالار اوریا کی بیوی سے زنا کیا(نعوذ باللہ)یا اسے مختلف تدابیر سے قتل کیا اور پھر اس کی بیوی سے نکاح کیا وغیرہ، یہ کھلا کھلم جھوٹ اور باطل ہے۔اس کے علاوہ ہر وہ اسرائیلی روایت جس میں کسی نبی پر ایسا الزام آتا ہو جو عقیدۂ عصمت انبیاء علیہم السلام کے منافی ہو تو وہ روایت جھوٹی اور باطل ہوگی۔اس قسم کی روایتوں کو باطل سمجھنا لازم اور ضروری ہے اور ان کی روایت کرنا بھی جائز نہیں،ہاں صرف اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ روایت کرنے کے بعد صاف لفظوں میں اس کی تردید کی جائے کیونکہ اس قسم کی روایات یہودیوں کی دسیسہ کاری اور تحریف کی پیدوار ہیں، جس کا ذکر قرآنِ مجید میں ان الفاظ میں ہے:مِنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ۔[24]
- اسرائیلیات کی تیسری قسم ان روایات کی ہے جن میں صدق وکذب دونوں کا احتمال ہو اور ان کے بارے میں قرآن وسنت کے دلائل خاموش ہیں۔چنانچہ ان کے بارے میں توقف کا حکم ہے کہ نہ تو ان کی تصدیق کی جائے اور نہ تکذیب۔

ایسی روایات نقل کرنے میں علماء کا اختلاف ہے۔بعض کے نزدیک نقل کرنا جائز اور بعض کے نزدیک ناجائز ہے۔اسی قسم کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

لا تصدقوا أهل الكتاب ولا تكذبوهم،وقولوا:آمنا بالله وما أنزل إلينا۔[25]

اہلِ کتاب کی نہ تصدیق کرو اور نہ تکذیب اور کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا۔

شیخ الاسلام البکری کی تفسیر بھی بعض دوسرے مفسرین کی تفاسیر کی مانند موضوعات اور اسرائیلیات سے خالی نہیں۔ اسرائیلیات اور موضوعات ذکر کرکے نہ تو آپ ان پر رد فرماتے ہیں اور نہ ان کی سند ذکر کرتے ہیں تاکہ اس سے ان روایات کی صحت وضعف معلوم ہو سکے۔آپ کی تفسیر میں ایسی اسرائیلی روایات بھی موجود ہیں جو انبیاء کرام علیہم السلام کی عصمت کے خلاف ہیں اگرچہ بعض مواقع پر آپ نے ان میں تاویلات کی ہیں،البتہ بعض مواضع پر آپ نے کوئی تبصرہ نہیں فرمایا۔

شیخ الاسلام البکری نے اللہ تعالیٰ کے قول "فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا"[26] کی تفسیر کے سلسلے میں سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ[27] اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک ضعیف روایت پر اعتماد کیا ہے،جس کے متعلق ابن جریر الطبری نے فرمایا ہے کہ یہ آیت ابلیس کے کہنے پر سیدنا آدم اور حوا علیہما السلام کا اپنے لڑکے کا نام عبد الحارث رکھنے پر نازل ہوئی۔[28] اس سے آدم علیہ السلام کی طرف شرک کی نسبت آتی ہے حالانکہ وہ نبی تھے۔نبی معصوم ہوتا ہے،جس سے شرک کا صدور نہیں ہو سکتا اس لئے آپ اس کی

تاویل فرماتے ہیں کہ یہ کفار مکہ کی جانب عائد ہوتی ہے جو بتوں کی عبادت کیا کرتے تھے۔اس کا تعلق حوا وآدم علیہما السلام سے نہیں۔[29]

اسی طرح آیت "وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَأَلْقَيْنَا عَلَى كُرْسِيِّهِ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ [30]کی تفسیر کے تحت ابن جریر طبری اور علامہ سیوطی رحمہم اللہ نے ایک اسرائیلی روایت نقل کی ہے، جس کی طرف شیخ الاسلام البکری رحمہ اللہ نے اشارہ فرمایا ہے۔ وہ روایت یہ ہے کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے بیت الخلاء جاتے ہوئے اپنی انگوٹھی اپنی بیوی کو دے دی، شیطان سیدنا سلیمان علیہ السلام کی صورت میں آپ کی بیوی کے پاس آیا اور اس سے انگوٹھی لے کر پہن لی، انگوٹھی پہننے کے بعد تمام انس و جن اس کے تابع ہو گئے۔ پھر شیطان نے انگوٹھی کو انگلی سے اتار کر سمندر میں پھینک دیا، سمندر میں گرتے ہی ایک مچھلی نے اسے نگل لیا، کسی نے اس مچھلی کو پکڑ کر سلیمان علیہ السلام کو دے دی، سلیمان علیہ السلام نے جب مچھلی کا پیٹ چاک کیا تو اس سے اس کی انگوٹھی نکل آئی، آپ نے انگوٹھی پہن لی تب سارے انس و جن اور شیاطین آپ کے تابع فرمان ہو گئے، پھر سلیمان علیہ السلام نے اس شیطان کو ایک چٹان میں بند کر اسے سمندر میں ڈال دیا۔[31] اس روایت میں شیطان کا سلیمان علیہ السلام کی صورت میں آنے کا ذکر ہے جو قرآن و سنت کے صریح اصولوں کے متصادم ہے۔ لہٰذا اس اسرائیلی روایت کی بھی تکذیب ہی لازم ہو گی۔

اسرائیلی روایات کے سلسلے میں ایک اور امر جو تفسیر میں نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ کبھی آیت کی تفسیر کے سلسلے میں مختلف اقوال نقل فرما کر ان میں سے ضعیف اور اسرائیلی قول کو اشہر قرار دیتے ہیں جیسا کہ سورۂ ن کی ابتداء میں "ن" کی تفسیر میں آپ نے تین اقوال نقل فرمائے ہیں اور ان میں سے پہلے قول کو اشہر کہا ہے حالانکہ نون کی اس تفسیر کی بنیاد ایک اسرائیلی روایت پر ہے۔[32]

آیات الاحکام کی تفسیر میں صاحبِ تفسیر کا منہج واسلوب

شیخ الاسلام رحمہ اللہ آیات کی تفسیر کے تحت مسائلِ فقہیہ بیان کرتے ہیں، لیکن آپ ان مسائل کے بیان کرنے میں توسع سے کام نہیں لیتے۔ جن مسائل وجزئیات میں فقہاء کرام کا اختلاف ہو تو آپ صرف اس اختلاف کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ شافعی المسلک ہونے کی بناء پر آپ عام طور پر اختلافی مسائل میں امام شافعی رحمہ اللہ کی رائے بیان کرتے ہیں اور کبھی دوسرے ائمہ کی رائے بھی ذکر کرتے ہیں۔ امام شافعی کی رائے کبھی عندنا اور کبھی عند الشافعی سے تعبیر کرتے ہیں۔ آپ کا یہ منہج مندرجہ ذیل مثالوں سے واضح ہو جاتا ہے:

اللہ تعالیٰ کے قول "وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ "[33] کی تفسیر کے تحت یہ اختلافی مسئلہ بیان فرماتے ہیں کہ زنا سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟ احناف کے نزدیک زنا حرمت مصاہرت کا سبب ہے جبکہ شوافع کے نزدیک یہ حرمت مصاہرت کا سبب نہیں۔ شیخ الاسلام البکری اس مسئلہ میں صرف امام شافعی کی رائے بیان کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ:

والزنا لا يثبت به حرمة عند الشافعي والجمهور۔[34]

امام شافعی اور جمہور کے نزدیک زنا سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔

بعض مقامات پر آپ امام شافعی کی رائے کے ساتھ دوسرے ائمہ کی رائے بھی بیان فرماتے ہیں۔ عام طور پر آپ صرف اختلافِ ائمہ بیان کرتے ہیں دلائل ذکر نہیں کرتے جبکہ بعض مقامات پر آپ نے بعض ائمہ کے دلائل کی طرف اشارہ فرمایا ہے البتہ ایسے مقامات آپ کی تفسیر میں بہت کم پائے جاتے ہیں۔

آیت "يَاأَيُّهَاالَّذِينَ آمَنُوإِذَاقُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِفَاغْسِلُواوُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ الخ[35] کی تفسیر کے تحت" وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ "میں امام شافعی، مالک اور ابو حنیفہ رحمہم اللہ کے درمیان مسح راس کی مقدار میں اختلاف بیان کرتے ہوئے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل بیان فرماتے ہیں کہ:

لأن رسول الله ﷺ إقتصرعليها في بعض الأحوال۔[36]

اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض اوقات اسی پر اکتفا فرمایا ہے۔

تفسیر الکبری اور علوم عربیۃ: منہج واسلوب

شیخ الاسلام رحمہ اللہ آیات کی تفسیر کرتے ہوئے مفردات کے لغوی معنی بیان کرنے کا خوب اہتمام فرماتے ہیں جس سے آیت کا صحیح مفہوم واضح ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں آپ کا منہج یہ ہے کہ آپ اکثر مقامات پر مفرد کا صرف لغوی معنی بیان کرتے ہیں اور جہاں کہیں ضرورت ہو تو وہاں پر آپ لغوی معنی کے ساتھ شرعی اور اصطلاحی معنی بھی بیان کرتے ہیں۔ وہ چند مقامات جہاں پر آپ نے صرف لغوی معنی بیان فرمایا ہے، مثالوں سے اس کی وضاحت کی جاتی ہیں:

آیت "قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ"[37] کے تحت "تَقَلُّبَ" کا لغوی معنی بیان فرماتے ہیں:

(نَرَى تَقَلُّبَ)تردد أو تصرف۔[38]

اسی طرح بعض مقامات پر آپ لغوی معانی کے ساتھ اصطلاحی اور شرعی معانی بھی بیان فرماتے ہیں:

"وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ"[39] کی تفسیر کے ضمن میں "اعتکاف" کے لغوی وشرعی معنی یوں بیان فرماتے ہیں:

والعكوف والإعتكاف لغة:الإقامة و شرعاً:الإقامة فى المسجد بنية القربة۔[40]

اعتکاف لغت میں قیام اور شرع میں مسجد میں عبادت کی نیت سے قیام کا نام ہے۔

البتہ آپ علمِ نحو اور اس کے مباحث بیان کرنے میں توسع سے کام نہیں لیتے، نہ تو آپ اعراب بیان کرتے ہیں اور نہ قواعدِ نحویہ ذکر کرنے کا التزام فرماتے ہیں، لیکن جن آیات میں حرف استفہام آیا ہو تو آپ اکثر اس کی وضاحت فرماتے ہیں کہ یہ استفہامِ انکاری[41] ہے یا تقریری[42] یا یہ توبیخ[43] کے لئے ہے۔ مثلاً:

- آیت "أَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ"[44] میں مذکور استفہام کے بارے میں فرماتے ہیں: یہ استفہام برائے انکار ہے۔[45]
- آیت "هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ "[46] کی تفسیر کے تحت فرماتے ہیں: یہ استفہام تقریری ہے۔[47]
- آیت "قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى"[48] کی تفسیر کے تحت استثناء کی وضاحت فرماتے ہیں: کہ یہ استثناء منقطع ہے۔[49]

علوم بلاغت اور تفسیر الکبری: منہج واسلوب

آپ آیات کی تفسیر کے ضمن میں علومِ بلاغت کی بعض اصطلاحات مثلاً مجاز، اعتراض اور تغلیب وغیرہ کی وضاحت فرماتے ہیں البتہ اس کا بھی آپ زیادہ اہتمام فرماتے اور نہ زیادہ تفصیل سے کام لیتے ہیں۔ مثلاً یوں فرماتے ہیں: یہ جملہ معترضہ ہے، یہ مجاز کے قبیل سے ہے، یہ تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ چند مثالوں سے اس کی وضاحت کی جاتی ہیں۔

المجاز

اللہ تعالیٰ کے قول "وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ "[50] کی تفسیر کے تحت "الرَّازِقِينَ" کو مجازاً جمع لانے کی تاویل کرتے ہیں کہ یہ کلام مجاز پر محمول ہے۔ یعنی اصل رازق تو اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکت ہے اور انسانوں کو رازق مجازاً کہا جاتا ہے جیسا کہ عرب کا قول ہے" كل إنسان يرزق عياله؛أى من رزق الله تعالى"۔[51]

التغلیب

اللہ تعالیٰ کے قول"قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَٰعِيلَ وَإِسْحَٰقَ "[52]کی تفسیر کے تحت ایک اعتراض کے جواب کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ جب یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے مرنے کے بعد کس کی عبادت کروگے؟ بیٹوں نے جواب دیا؛ ہم آپ کے معبود اور آپ کے آباؤ اجداد (ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق علیہم السلام) کے معبود کی عبادت کریں گے۔اس پر اعتراض ہے کہ اسماعیل علیہ السلام کو کس طرح اب (باپ) کہا، حالانکہ وہ تو یعقوب علیہ السلام کے عم (چچا) تھے۔ شیخ الاسلام البکری رحمہ اللہ اس کے تین جوابات دیتے ہیں:

1. چونکہ عم (چچا) باپ کی طرح ہوتا ہے، اس لئے اسے آباؤ اجداد میں شمار کیا۔
2. یہ تغلیب کے قبیل سے ہے۔
3. وقار اور تعظیم کی بنیاد پر عم (چچا) کو بھی باپ کہا جاتا ہے۔[53]

اشعارِ عرب سے استشہاد میں آپ کا منہج

آپ رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں اشعار بطور استشہاد بالکل نہیں لاتے، سوائے سورۃ البقرہ کی تفسیر میں کہ اس کے شروع میں "الم" کے بارے میں مختلف اقوال ذکر کئے ہیں جن میں سے ایک قول یہ ہے کہ یہ حروف اللہ تعالیٰ کے اسماء سے مخفف ہیں۔اس پر بطور استشہاد یہ شعر پیش کرتے ہیں:

قُلتُ لَها قِفِي   لَنَا قَالَت قَاف[54]۔[55]

"قاف" مخفف ہے اصل میں یہ " وقفتُ" تھا۔ گویا کسی لفظ کو مخففات کے ذریعے بیان کرنا عرب میں رائج تھا۔

اسباب النزول کے بیان میں صاحبِ تفسیر کا منہج

شیخ الاسلام البکری رحمہ اللہ سببِ نزول بیان کرنے کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے ہیں، چنانچہ آپ کی تفسیر میں سبب نزول بکثرت موجود ہیں۔ سببِ نزول بیان کرنے میں عموماً آپ کا منہج یہ ہوتا ہے کہ آپ سبب نزول بیان کرنے میں تفصیل سے کام نہیں لیتے بلکہ اجمالاً آیت کے سبب نزول کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ بعض مقامات پر آپ سببِ نزول کے بارے میں مختلف اقوال نقل فرماتے ہیں اور ان میں سے کسی قول کو ترجیح نہیں دیتے۔ کبھی کسی ایک قول کو ترجیح دیتے ہیں اور یہ ترجیح کبھی صراحتاً اور کبھی ضمناً ہوتی ہے۔ صراحتاً ترجیح کا مطلب یہ ہے کہ ان اقوال میں جو قول آپ کے نزدیک راجح ہو تو اسے آپ اقرب یا اصح کہہ دیتے ہیں، جبکہ ضمناً ترجیح یہ ہوتی ہے کہ راجح قول کو آپ پہلے ذکر کرتے ہیں اور جو قول ضعیف ہوتا ہے اسے کلمۂ تمریض "قیل" کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔

آیت "وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ الخ"[56]کی تفسیر کرتے ہوئے آخر میں شانِ نزول کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ "نزلت في غزوة أحد" [57]۔ اسی طرح آیت" وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ "[58]کی تفسیر کے تحت اس کے سببِ نزول کے بارے میں دو قول پیش کرتے ہیں کہ یہ آیت یا تو نجاشی اور یا عبداللہ بن سلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے البتہ یہاں ترجیح کسی قول کو نہیں دی۔[59]

اختلاف القراءات اور تفسیر البکری

قرآن کریم میں اختلافِ قراءات دو قسم کا ہے۔ایک اختلاف وہ ہے جو حروف اور حرکات کے تکلم کی وجوہ کے بارے میں

ہیں۔ مثلاً مد کی مقدار کتنی ہوگی، اس طرح امالہ[60]، ہمس[61]، جہر[62] اور غنہ وغیرہ میں اختلاف۔ اس قسم کی قراءت کا تعلق صرف اداءِ صوتی سے ہے، لہٰذا اس اعتبار سے قراءت کا تفسیر کے ساتھ کوئی خاص تعلق نہیں، کیونکہ آیات کے معانی میں اس قسم کے اختلاف کا کوئی اثر نہیں۔ دوسرا اختلاف وہ ہے جو کلمات کے حروف میں ہو۔ مثلاً "مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ"[63] اس میں ایک قراءت "مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ" ہے۔ اسی طرح آیت "وَانْظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا"[64] میں "نُنْشِزُهَا" زا اور راء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے، اگر "زا" کے ساتھ ہو تو نونِ اول پر ضمہ اور شین پر کسرہ ہوگا اور اگر "راء" کے ساتھ ہو تو نون پر فتحہ اور شین پر ضمہ ہوگا۔ اسی طرح حرکات میں اختلاف بھی اسی قسم سے ہے۔ مثلاً قرآنِ مجید کی آیت "وَ لَمَّاضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًاإِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ"[65] میں "يَصِدُّونَ" کو صاد کے ضمہ اور کسرہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔

شیخ الاسلام البکری رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں قراءت کی دونوں قسم کا اختلاف ذکر کرتے ہیں، چنانچہ آپ کبھی کلمات کے حروف اور حرکات کا اختلاف ذکر کرتے ہیں اور کبھی اداءِ صوتی کی وضاحت کرتے ہیں، البتہ پہلی قسم کا اختلاف آپ کثرت سے ذکر کرتے ہیں اور دوسری قسم کے اختلاف کا ذکر پہلی قسم کے مقابلہ میں کم ہے جیسا کہ یہ منہج آپ کی تفسیر کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے۔ شیخ الاسلام البکری رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں قراءات بیان کرنے کا اس قدر اہتمام فرمایا ہے جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے یہ تفسیر صرف قراءات بیان کرنے کے لئے لکھی ہے۔

قراءات بیان کرتے وقت عموماً آپ کا منہج یہ ہوتا ہے کہ مصحفِ عثمانی میں منقول قراءت کو آخر میں ذکر کرتے ہیں اور اس کے خلاف قراءت کو اس کے قائل کی طرف منسوب کر کے پہلے ذکر کرتے ہیں اور مصحفِ عثمانی کی قراءت کے قائلین کی طرف "الباقون" سے اشارہ فرماتے ہیں۔ چند مثالوں سے اس کی وضاحت کی جاتی ہے:

- آیت "يَاأَيُّهَاالَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ"[66] کی تفسیر کے تحت "يَرْتَدَّ" میں اختلافِ قراءات ذکر کر کے فرماتے ہیں:

  قرأالمدنيان وابن عامر "يرتدد" بدالين اللأولى مكسورةوالثانيةساكن والباقون بدال واحدةٍ مشددةٍ مفتوحةٍ۔[67]

- آیت "فَجَعَلْنَاهُمْ سَلَفًا وَمَثَلًا لِلْآخِرِينَ"[68] میں لفظ "سَلَفًا" کے بارے میں قرّاء کا اختلاف یوں بیان فرماتے ہیں:

  (فَجَعَلْنَاهُمْ سَلَفًا) جمع سالف أى:سابقين غيرهم، قرأحمزة والكسائى بضم السين واللام ، و الباقون بفتحهما۔[69]

قراءات بیان کرنے میں آپ رحمہ اللہ کا منہج یہ بھی ہے کہ جس قراءت پر ابو عمرو اور یعقوب کا اتفاق ہو تو وہاں ان کے نام کے بجائے "البصریین" کہہ کر ان کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ جس قراءت پر نافع اور ابو جعفر رحمہم اللہ کا اتفاق ہو تو وہاں پر آپ "المدنیین" کہہ دیتے ہیں اور جو قراءت عاصم، حمزہ، کسائی اور خلف رحمہم اللہ کی متفقہ ہو وہاں "الکوفیین" کہہ دیتے ہیں اور مراد یہی چہار قرّاء ہوتے ہیں۔ اپنے اس منہج کی طرف اپنی تفسیر کے شروع میں اشارہ فرمایا ہے:

واذاقلت:"البصريين" فأبوعمروويعقوب أو "المدنيين" فنافع وأبوجعفرأو "الكوفيين" فعاصم و حمزة والكسائى وخلف ۔[70]

اور جب میں کہوں "البصریین" تو ابو عمرو اور یعقوب مراد ہوں گے، اگر "المدنیین" تو نافع اور ابو جعفر اور اگر "الکوفیین" تو عاصم، حمزہ، کسائی اور خلف مراد ہوں گے۔

ناسخ ومنسوخ آیات کے بارے میں صاحبِ تفسیر کا موٴقف اور اسلوبِ بیان

شیخ الاسلام رحمہ اللہ دوسرے مفسرین کی طرح اپنی تفسیر میں ناسخ ومنسوخ آیات کی تعیین فرماتے ہیں لیکن دوسرے مفسرین کی طرح آپ اس مبحث میں توسع نہیں کرتے، بلکہ اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف منسوخ آیات کی تعیین فرماتے ہیں اور ساتھ ہی ناسخ کو ذکر کرتے ہیں۔ نسخ کے بارے میں آپ رحمہ اللہ کا منہج مندرجہ ذیل ہے:

- ناسخ ومنسوخ آیات کی تعیین فرماتے ہیں۔
- بعض آیات میں نسخ اور عدمِ نسخ کے بارے میں اختلافِ آراء بغیر ترجیح ذکر کرتے ہیں۔

جو آیات منسوخ ہوتی ہیں ان کے بارے میں آپ صرف یوں فرماتے ہیں: یہ آیت منسوخ ہے اور اس کے لئے ناسخ آیت یہ ہے۔ مثال کے طور پر آیت "كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا"[71] کے بارے میں نسخ کا دعویٰ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

هكذا كان في مبدأ الإسلام، ونسخ بآية المواريث وبحديث" لا وصية لوارث"[72] -[73]

یہ ابتدائے اسلام میں تھا۔ آیتِ وراثت اور حدیث کہ "وارث کے لیے وصیت نہیں" کی بناپر اب منسوخ ہے۔

آیات کے نسخ اور عدم نسخ میں اختلاف

بعض آیات ایسی ہیں جن میں نسخ اور عدم نسخ کے بارے میں اختلاف ہے، شیخ الاسلام البکری ان آیات میں نسخ اور عدم نسخ کے بارے میں اختلاف بغیر ترجیح کے ذکر کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر آیت "وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ"[74] کی تفسیر کے آخر میں فرماتے ہیں کہ ابتداءِ اسلام میں ایسا ہی تھا کہ مطیق کے لئے صوم اور فدیہ میں اختیار تھا پھر یہ حکم مابعد والی آیت "فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ"[75] سے منسوخ ہوگیا۔ بعض کے نزدیک یہ آیت محکم اور یہاں پر لا مقدر ہے۔ مراد اس آیت سے یہ ہے کہ جو پہلے روزہ کی طاقت رکھتا تھا بعد میں بڑھاپے کی وجہ سے روزہ سے عاجز ہوگیا، پس تقدیر یہ ہوگی "وعلى الذين لا يطيقونه"۔[76]

حاصلِ بحث

تفسیر البکری شیخ الاسلام البکری کی معروف تفسیر ہے۔ آپ کا پورا نام محمد بن محمد بن عبد الرحمٰن البکری الصدیقی المصری، لقب شیخ الاسلام اور کنیت ابو الحسن ہے۔ یہ ایک آسان، مفید اور متوسط تفسیر ہے، زیادہ طویل ہے نہ زیادہ مختصر۔ انداز عام فہم ہے، چنانچہ معمولی عربی سوجھ بوجھ والا شخص بھی اس سے استفادہ کر سکتا ہے۔ تفسیر بالماثور کا ایک ذخیرہ اس میں موجود ہے۔ اس میں مفسرین سلف صالحین رحمہم اللہ کے تفسیری اقوال سے استفادہ کیا گیا ہے۔ شیخ موصوف نے اس تفسیر میں مختلف موضوعات پر بحث کی ہے اور آیات کے ضمن میں انہیں بیان کیا ہے۔ ان میں علومِ عقلیہ اور نقلیہ دونوں شامل ہیں۔ اسی طرح تفسیر القرآن بالقرآن اور تفسیر القرآن بالحدیث پر عمل بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ آیات الاحکام کی تفسیر بھی مختلف فقہی مسالک کو سامنے رکھتے ہوئے کرتے ہیں تاہم مسلکاً شافعی ہونے کی بنا پر شوافع کی رائے کو فوقیت دیتے ہیں اور بقیہ کی طرف بعض مقامات کے علاوہ مختصر اشارہ کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ علومِ عربیہ، ناسخ ومنسوخ اور اختلاف القراءۃ پر بھی کلام دوران تفسیر نظر آتا ہے۔ مجموعی طور پر یہ ایک عمدہ اور مختلف علوم سے مزین تفسیر ہے۔

حوالہ جات وحواشی

1 الشعرانی، ابوالمواہب عبدالوہاب، **المنن الکبریٰ**، (دمشق: دارالتقویٰ، 2004ء)، ص240۔

2 الغزی، نجم الدین محمد بن محمد، **الکواکب السائرۃ باعیان المئۃ العاشرۃ**، (بیروت: دارالکتب العلمیۃ، 1418ھ–1997ء)، 2/192۔

3 زکریا بن محمد بن احمد بن زکریا السنیکی الشّافعی، لقب محی الدین اور کنیت ابویحیٰ ہے۔ 924ھ کو پیدا ہوئے۔ اساتذہ میں ابن حجر عسقلانی اور جلال الدین المحلی قابل ذکر ہیں۔ (جلال الدین السیوطی، **نظم العقیان في اعیان الاعیان**، 1/113)۔

4 ابراہیم بن محمد ابراہیم بن محمد المری القدسی ہے۔ مسلکاً شافعی ہے اور برہان الدّین بن ابی شریف سے مشہور ہے۔ 886ھ کو پیدا ہوئے۔ (السیوطی، **نظم العقیان فی اعیان الاعیان**، 1/26)۔

5 الغزی، **الکواکب السائرۃ باعیان المئۃ العاشرۃ**، 2/192۔

6 البکری، ابوالحسن محمد بن محمد بن عبدالرحمن الصدیقی، **تفسیرالبکری**، (بیروت: دارالکتب العلمیہ، 2010ء)، 1/27۔

7 سورۃ البقرۃ 2:37۔

8 سورۃ الأعراف 07:23۔

9 البکری، **تفسیرالبکری**، 1/50۔

10 سورۃ المائدہ 05:01۔

11 سورۃ المائدۃ 05:03۔۔

12 سورۃ البقرۃ 02:116۔

13 الطبرانی، ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب، **الدعاءللطبرانی**، (بیروت: دارالکتب العلمیۃ، 1413ھ)، 1/498؛ الحاکم، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ، **المستدرک علی الصحیحین**، (بیروت: دارالکتب العلمیۃ، 1411ھ–1990ء)، 1/680۔

14 البکری، **تفسیرالبکری**، 1/80۔

15 سورۃ الأنفال 08:60۔

16 مسلم بن الحجاج، ابوالحسین القشیری، **صحیح مسلم**، (بیروت: داراحیاء التراث العربی، 2013ء)، کتاب الامارۃ، باب فضل الرمی، رقم الحدیث: 4946۔

17 البکری، **تفسیرالبکری**، 1/471۔

18 سورۃ القمر 54:17۔

19 البکری، **تفسیرالبکری**، 3/298۔

20 سورۃ ابراہیم 14:43۔

21 القرطبی، ابومحمد مکی بن ابی طالب المالکی، **الہدایۃ الی بلوغ النہایۃ**، (بیروت: دارالکتب العلمیۃ، 1429ھ–2008ء)، 5/3835۔

22 البکری، **تفسیرالبکری**، 2/179۔

23 البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل، **الجامع الصحیح**، (بیروت: دارطوق النجاۃ، 1422ھ)، کتاب احادیث الانبیاء، باب ماذکر عن بنی اسرائیل، رقم الحدیث: 3461۔

24 سورۃ النساء 04:46۔

25 البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب التفسیر، باب قولوا امنا باللہ وما انزل الینا، رقم الحدیث: 4485۔

26 سورۃ الأعراف 07:190۔

27 آپ سمرۃ بن جندب بن ہلال بن جریج فزاری، صحابی رسول ہیں، مدینہ میں نشو ونما پائی اور پھر بصرہ میں سکونت اختیار کیا۔60ھ سے پہلے فوت ہوئے تھے۔(ابن حجر،**الإصابة في تمييز الصحابة**،150/03)۔

28 الطبری، محمد بن جریر، **جامع البيان في تاويل القرآن**،(دمشق:مؤسسۃ الرسالۃ،1420ھ-2000ء)،310/13۔

29 ایضاً۔

30 سورۃ ص34:38۔

31 الطبری،**جامع البيان في تاويل القرآن**،198/21۔

32 ایضاً،383/3۔

33 سورۃ النساء23:04۔

34 البکری،**تفسیرالبکری**،240/1۔

35 سورۃ المائدہ06:05۔

36 ایضاً۔

37 سورۃ البقرۃ144:02۔

38 البکری،**تفسیرالبکری**،91/1۔

39 سورۃ البقرۃ187:02۔

40 البکری،**تفسیرالبکری**،114/1۔

41 استفہام انکاری وہ ہوتا ہے جس کے اندر نفی کے اعتبار سے استفہام کے معنی پائے جائے اوراس کا مابعد منفی ہوا کرتا ہے۔(السیوطی،**الإتقان فی علوم القرآن**،(مصر:الھیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب،2016ء)،268/3)۔

42 استفہام تقریری میں مخاطب کو کسی ایسے امر کے اقراراوراعتراف پر آمادہ کیا جائے جواس کے نزدیک قرار پذیر ہوچکا ہے۔(السیوطی،**الاتقان**،269/3)۔

43 التوبيخ وجعله بعضهم من قبيل الإنكار الا ان الاول انكار ابطال وهذاانكار توبيخ والمعنى على ان ما بعده واقع جديربان ينفى فالنفى هنا غير قصدى والإثبات قصدى عكس ما تقدم(السیوطی،**الاتقان**،268/3)۔

44 سورۃ السجدہ10:32۔

45 البکری،**تفسیرالبکری**،41/3۔

46 سورۃ الذاریات24:51۔

47 البکری،**تفسیرالبکری**،277/3۔

48 سورۃ الشوری23:42۔

49 البکری،**تفسیرالبکری**،187/3۔

50 سورۃ الجمعہ11:62۔

51 البکری،**تفسیرالبکری**،358/3۔

52 سورۃ البقرہ133:02۔

53 البکری،**تفسیرالبکری**،87/1۔

54 یہ شعر متوکل بن عبد اللہ کا ہے۔جس کا نسب نامہ یہ ہے:المتوکل بن عبد اللہ ابن نہشل بن وہب، آپ مشہور شاعر تھے۔(الآمدی،**المؤتلف والمختلف فی اسماء الشعراء**،81/1)۔پورا بیت یوں ہے:قلت لها قفي لنا قالت قاف ... لا تحسبي أنا نسينا الإيجاف(الطبری

جامع البيان عن تأويل آي القرآن،22/326)۔

55 البکری،تفسيرالبکری،1/35۔

56 سورۃ آلِ عمران 12:03۔

57 البکری،تفسيرالبکری،1/200۔

58 سورۃ آلِ عمران 199:03۔

59 البکری،تفسيرالبکری،1/225۔

60 زبر کی آواز زیر کی طرف اور الف کی آواز یا کی طرف مائل کرنے کو امالہ کہتے ہیں جیسے "مَجْرَاهَا" میں۔(كتاب التعريفات للجرجانی،1/37)۔

61 ہمس: لغت میں پستی کو کہا جاتا ہے۔ اصطلاح میں ہمس یہ ہے کہ حروف مہموسہ کو ادا کرتے وقت آواز مخرج میں ایسے ضعف کے ساتھ ٹھہرے کہ سانس جاری رہے اور آواز میں ایک قسم کی پستی ہو۔ حروف مہموسہ دس ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے:"فحثَّه شخصٌ سَكَت" جیسے يَلْهَثْ کی ثا۔(محمد بن بدرالدین الحنبلی، بغية المستفيد فی علم التجويد،1/28)۔

62 جہر: لغت میں بلندی کے معنی میں آتا ہے اور اصطلاح میں جہر کا معنی یہ ہے کہ حروف مجہورہ کو ادا کرتے وقت آواز مخرج میں ایسی قوت سے ٹھہرے کہ سانس بند ہو جائے اور آواز میں ایک قسم کی بلندی ہو۔ مہموسہ کے علاوہ باقی 19 حروف مجہورہ ہیں جیسے؛ لات زِغْ کی غین۔(بغية المستفيد في علم التجويد،1/28)۔

63 سورۃ الفاتحہ 04:01۔

64 سورۃ البقرۃ 259:02۔

65 سورۃ الزخرف 57:43۔

66 سورۃ المائدہ 54:05۔

67 البکری،تفسيرالبکری،1/318۔

68 سورۃ الزخرف 56:43۔

69 البکری،تفسيرالبکری،3/207۔

70 البکری،تفسيرالبکری،1/27۔

71 سورۃ البقرۃ 180:02۔

72 الترمذی،سنن الترمذی،كتاب الوصايا عن رسول اللهﷺ،باب ماجاء لا وصية لوارث، رقم الحدیث:2121۔

73 البکری،تفسيرالبکری،1/111۔

74 سورۃ البقرہ 184:02۔

75 سورۃ البقرۃ 185:02۔

76 البکری،تفسيرالبکری،1/112۔